صرف حضرات شیعہ کیلئے ہے حضرات اہلسنت ملاحظہ نہ فرمائیں

دو سُنّی حسینہ

بجواب ''دو شیعہ مُسافر''

از

حضرت مولانا ابولولو صاحب دام مجدہٗ

سابق امام اہلسنت والجماعت

ناشر

تحفظ ناموس رسول گورکھپور

انتساب

ان بہادر شیعوں کے نام جو سُنّیت کی پرخطر،
گمراہ اور گندی وادی سے نکل کر شیعیت کے
دامن سے وابستہ ہو گئے''

ابولولو

عرض ناشر

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری کتاب ''بال کی کھال'' عرف ''تازیانہ'' ہاتھوں ہاتھ نکل گئی اور اب آپ کے سامنے ''دوسنّی حسینہ'' حسب وعدہ پیش کی جارہی ہے کہا جاسکتا ہے کہ یہ باتیں خیالی ہیں مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ لوگ جسے خیالی اور افسانہ کہتے ہیں دراصل وہ حقائق ہوتے ہیں صرف نام میں تبدیلی ہوتی ہے اس لئے اگر ''دوسنی حسینہ'' آپ کو افسانہ معلوم ہو تو یہ بھی یقین فرمایئے کہ جس مذہب میں ایسے مسائل موجود ہیں یقینا یہی سب وہاں ہوتا رہتا ہے بس فرق اتنا ہے کہ ہر ماحول عبدالجبار اور جلیل الرحمن کو جنم نہیں دے سکتا۔

میں صاحبان فہم وفراست اور ذی عقل وذی عزت دل ودماغ سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کو ایسے گندے اور غیر مہذب مسائل کی موجودگی میں سنی دوشیزاؤں کی عصمتوں کے بچاؤ کی کوئی راہ دکھائی دیتی ہے؟

ہمارا رسالہ ''بال کی کھال'' ''دوشیعہ مسافر'' کا مکمل مسکت اور دندان شکن جواب ہے اسی لئے ہم نے دوبارہ چبائے ہوئے لقمہ کو پیش کرنا خلاف اصول سمجھا۔

انشاء اللہ اسی طرح ہم موقع موقع سے اس مذہب کے رازہائے سربستہ کو الم نشرح کرتے رہیں گے۔ ''تا کہ زمانہ'' ڈھول کے اندر پول کو دیکھ سکے۔

ہم محمد ہاشمی کچھوچھوی کے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمیں یہ موقع دیا کہ ہم ان کے مذہب کے رازہائے درون خانہ کو منظر عام پر لاسکے۔

فقط

مالک اشتر

سکرٹری انجمن تحفظ ناموس رسول گورکھپور

باپ نما شوہر

نواب عماد الملک مولوی عبدالشکور کی ساری مسرتیں جیسے ان کی چہیتی بیوی رشیدہ اپنے جنازہ کے ساتھ ہی لیتی گئی۔

بڑی حویلی جہاں رجبی شریف کے موقع پر شہنائیاں بجی تھیں ٹھیک ایک سال چھ ماہ بعد وہی بڑی حویلی...... ماتم کدہ بنی تھی۔ بیگم کے مرنے کے بعد مولوی عبدالشکور بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ نہ اب جلسہ جلوس میں آنا جانا تھا اور نہ ہی چوپال کے قہقہوں سے ان کو کوئی دلچسپی رہ گئی تھی۔ اب کتابیں انھیں کھا رہی تھی اور وہ کتابوں کو۔اس کے بعد اگر فرصت ملتی تو مرحومہ بیوی کی یادگار ''رابعہ'' سے جی بہلاتے پہروں گود میں لئے لئے پھرا کرتے کئی انگنائیوں کی لق ودق حویلی میں اس وقت صرف مولوی عبدالشکور تھے، چند مہینوں کی رابعہ تھی یا پھر مولانا اکرام الدین (عبدالشکور کے والد مرحوم کے وقت کی ایک پچاس سالہ خادمہ نصیبن۔)

چھوٹے بڑے ہر ایک نے مولوی عبدالشکور سے کہا کہ آپ عقد ثانی کر لیں لیکن مولوی صاحب کسی طرح راضی نہیں ہوئے۔ انھوں نے طے کر لیا تھا کہ اب دوسرا عقد نہیں کروں گا۔ دیکھتے دیکھتے۔ گھنٹے دنوں، دن ہفتوں، ہفتہ مہینوں اور مہینہ برسوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ رابعہ نے زندگی کے نویں سال میں قدم رکھا جوانی نے بچپنے کو گلے

لگا لیا۔ بھولے پن کی جگہ رعنائیوں نے لی بڑی حویلی میں پھر آہستہ آہستہ زندگی کے آثار پیدا ہو چلے تھے ایک دن پھر اس حویلی میں چہل نظر آئی۔ بڑی حویلی کے اندر باہر دولت بہتی تھی خاتمہ زمینداری کے بعد بھی لوگ اس کو سونے کی چڑیا کہتے تھے مذہبی اعتبار سے مولوی عبدالشکور صاحب بیحد سخت تھے چنانچہ رابعہ کی رسم روزہ کشائی کے لئے رمضان شریف کی ۲۱/تاریخ معین ہوئی بعض لوگوں نے منع بھی کیا کہ

''جناب مولوی صاحب آج حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کا یوم شہادت ہے اور آپ جشن منا رہے ہیں۔''

مولوی عبدالشکور نے جواب دیا کہ ''تم لوگوں کو تو بس رافضی ہو جانا چاہئے''

''جناب! کیا حضرت امیرؓ رافضیوں کے امام ہیں۔ ہمارے چوتھے خلیفہ نہیں ہیں۔''؟

''ضرور ہیں مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آج حضرت امیرؓ کا غم مناتے ہو تو پھر دوسرے خلفاء کا غم کیوں نہیں مناتے؟''

''یہ تو آپ حضرات کا قصور ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کو کبھی اس طرف متوجہ نہیں کیا۔''

ستار صاحب بول پڑے ''مولانا صاحب آپ دوسرے خلیفوں کے مرنے کی تاریخ بتائیں تو ہم ضرور ان کا غم منائیں گے''

''جو کچھ بھی ہو رابعہ کی روزہ کشائی کی رسم ۲۱/ ہی کو ہوگی اور اسی دن جلسہ بھی ہوگا''

مولوی عبدالشکور صاحب نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

''میں کہتا ہوں آپ دس محرم کو رابعہ کی رسم روزہ کشائی رکھیں اپنا کیا نقصان ہے۔ مگر دوسرے خلیفوں کے مرنے والی تاریخ تو بتایئے تاکہ ہم لوگ اس کا اعلان کریں''

ستار نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم''

''سبحان اللہ! آپ مولانا آپ کے باپ مولانا اور آپ ہی کو نہیں معلوم''

''دیکھو بات اصل یہ ہے کہ رافضیوں نے ہماری تاریخوں کو اتنا مسخ کر دیا ہے کہ اب صحیح اور غلط کا امتیاز دشوار ہو گیا۔''

''کیا رافضی کبھی ہم سے زیادہ طاقتور رہے ہیں۔''؟

''تم بھی عجب آدمی ہو'' مولوی عبدالشکور صاحب نے کہا ''میں رافضیوں کو طاقتور کہاں کہہ رہا ہوں۔ میں نے یہ کہا کہ ان لوگوں نے تاریخ کو اپنی خواہش کے مطابق ترتیب دے لیا ہے۔''

''یہی تو میں بھی پوچھتا ہوں کہ جب رافضی ہر زمانے میں اقلیت میں رہے اور ہم ہر زمانہ میں ملک و مال والے رہے تو انھوں نے ہماری تاریخوں کو...... کیسے تبدیل کر دیا۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ رافضی لوگ اپنی باتوں کو ہماری ہی تاریخوں سے ثابت کرتے ہیں'' ستار صاحب نے کہا۔

مولوی عبدالشکور صاحب نے بھنّا کر جواب دیا ''تم نے تو مناظرہ شروع کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ رافضیوں کی صحبت میں زیادہ اٹھتے بیٹھتے ہو۔

ریاست اور مذہبی تعلیم کی شدت نے مولوی عبدالشکور صاحب کے ذہن میں ضد اور ہٹ دھرمی کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔ ان کی علمی لیاقت کا شہرہ مصر تک تھا۔ اساطین علماء مصر تو ان کو ''نعمان وقت'' کہا کرتے تھے۔ چونکہ خدا نے بے انتہا دولت دے رکھی تھی اس لئے مزاج میں رعونت اور ضد کا مادہ تھا اور مولانا اکرام الدین مناظر کے فرزند تھے اس لئے اسلام کے دوسرے فرقوں سے عموماً اور رافضیوں سے خصوصاً طبعاً متنفر رہتے تھے۔ فنون لطیفہ نے بھی کافی حد تک مزاج میں شوخی پیدا کر دی تھی کہ بڑی حویلی کے اندر ''مہ وشوں'' کی آمدورفت بھی شروع ہو گئی تھی وہ تو بیوی کے صدمہ نے ان کو مردہ بنا دیا تھا۔ اس لئے محفل اکھڑ گئی تھی لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بیوی کی جدائی کا غم کم ہوتا گیا اسے قدرت کا انتظام کہئے کہ رابعہ شکل وصورت میں من وعن اپنی ماں تھی۔ مولوی عبدالشکور رابعہ کے سہارے زندہ تھے اور رابعہ نے اپنی بھولی بھالی باتوں میں بہلا کر اپنے باپ کے دل سے اپنی مرحومہ ماں رشیدہ کا غم غلط کر دیا تھا۔ رفتار و گفتار، کردار اور سیرت۔ ناک ونقشہ، رنگ اور قد و قامت میں وہ بالکل اپنی ماں رشیدہ تھی۔ مولوی عبدالشکور صاحب اب سیر و تفریح کیے لئے بھی چلے جاتے کبھی کبھی چوپال میں وہاہا ہو اور ویسے ہی قہقہہ بھی لگاتے جو رشیدہ کی موت سے پہلے گونجا کرتے تھے اور اب تو مولوی عبدالشکور ''عشرت کلب'' کے ممبر بھی ہو گئے تھے گاہ گاہ وہاں بھی چلے جاتے

غرض کہ زندگی میں رنگینیاں پھر عود کر آئی تھیں۔

مولوی عبدالشکور صاحب کو ایک لڑکا درکار تھا۔ جس کے ساتھ ان کی لخت جگر ''رابعہ'' بیاہی جا سکے مگر لڑکا بھی ہر اعتبار سے ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسی رابعہؔ تھی تقسیم ہند کے بعد لڑکوں کا کال پڑ گیا تھا۔ بڑے گھرانوں کے لئے اور بھی دشواری تھی لڑکا اچھا تو خاندان نہیں۔ خاندان درست تو لڑکا خراب۔ مولوی عبدالشکور صاحب کی نظر میں کوئی لڑکا آتا ہی نہ تھا اور اب رابعہؔ ٹھیک پندرہ سال کی ہو چکی تھی شباب پھٹا پڑ رہا تھا۔ انگ انگ سے جوانی برس رہی تھی۔ رابعہ وہ گلاب تھی جسے نہ کوئی دیکھنے والا تھا نہ سونگھنے والا مولوی عبدالشکور کی پریشانیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ لیکن انھیں مبارک فکروں نے مولوی عبدالشکور صاحب کو پھر سے ''نواب عمادالملک'' بنا دیا تھا۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف اب گھر کے باہر زیادہ وقت گزارتے تھے گھر کی پچاس سالہ نصیبن کے علاوہ صرف رابعہ تھی اور تو کسی کا خوف نہ تھا لیکن ''حُسن کافر'' سے ہر آن خوف تھا اس لئے کہ وہ کمیں گاہ میں چھپا تھا اس لئے مولوی عبدالشکور صاحب نے رابعہؔ کی خالہ کو بلا لیا تھا۔ جن کا قیام اب زیادہ تر بڑی حویلی ہی میں رہتا تھا

''تار آیا ہے'' ایک روز رابعہؔ نے اپنی خالہ سے کہا۔

''کہاں سے آیا ہے بیٹی خیریت تو ہے۔

''اب میں کیا بتا سکتی ہوں'' خالہ اماں۔ ابا جان کچہری گئے ہیں جمیل بھائی (رابعہؔ کا خالہ زاد بھائی) بھی تو نہیں۔

رابعہ کی خالہ بولیں ''جب سے یہ میاں مدینہ شریف سے آئے ہیں گھر میں ایک گھنٹہ آرام سے بیٹھنا تو جانتے ہی نہیں''

''کیوں خالہ اماں! جمیل بھائی مدینہ شریف کئی سال رہ کے آئے ہیں'' رابعہؔ نے پوچھا۔

''اے خدا رکھے تیرہ سال وہاں رہے ہیں پورے مولانا ہو کر اب آئے ہیں رابعہ کی خالہ نے کہا۔

''رابعہؔ نے پھر استفسار کیا۔

''میرا خیال ہے جمیل بھائی سے کوئی رافضی مولوی جیت نہیں سکتا۔''

''توبہ۔ یہ رافضی تبرا کرنا جانتے ہیں اس لئے ہمارے مولوی ان کے سامنے سے بھاگ جاتے ہیں مگر میرا شیر تو رافضیوں کے لئے سم قاتل ہے۔'' رابعہ کی خالہ بولتی رہیں ارے رابعہ میرے جمیل نے تو مصر کے مولاناؤں کے چھکے چھڑا دیئے بھلا یہ رافضی ان کے مقابلہ میں کیا رک سکتے ہیں کوئی کتاب ایسی نہیں جو جمیل الرحمن نے پڑھی نہ ہو''

اسی اثنا میں مولانا جمیل الرحمن آ گئے۔ رابعہ نے کہا ''جمیل بھائی! یہ تار آیا ہے دیکھئے تو اس میں کیا ہے۔''

"میں سخت بیمار ہوں جلد آ ؤ"

عبدالجبار بریلی

"اماں !ابو کی طبیعت خراب ہے بلایا ہے۔اس خبر کو سن کر رابعہ کی خالہ نے جیسے تیسے سامان درست کیا اور شام کی گاڑی سے بریلی کے لئے روانہ ہو گئیں اس روز مولوی عبدالشکور صاحب کے ایک جگری دوست کی شادی تھی۔ جس میں مولوی صاحب موصوف کو شرکت کرنا تھی لیکن اب گھر میں کوئی مرد نہیں تھا۔نماز عشا کے بعد رابعہ کو بلا کر کہا تم نصیبن کے کمرہ میں سو رہو اندر سے دروازہ بولٹ کر لینا ممکن ہے میری واپسی ایک بجے رات تک ہو یہ کہہ کر مولوی صاحب شادی میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئے رابعہ نصیبن کے کمرہ میں گئی لیکن نصیبن کی کھانسیوں نے رابعہ کو اتنا ستایا کہ وہ اٹھ کر اپنے کمرہ میں چلی گئی اسی کمرہ سے متصل وہ کمرہ تھا جس میں مولوی عبدالشکور صاحب آرام فرماتے تھے۔تقریباً ۱½ بجے رات کو مولوی عبدالشکور صاحب موصوف واپس ہوئے تو نشہ میں دھت تھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے وہ اس دروازے کے قریب پہونچے جس کو باہر سے مقفل کیا تھا تاکہ رات میں کسی کو آواز نہ دینا پڑے۔دروازہ کھولا راہداری سے گزر کر اپنے کمرہ میں جانے کے لئے ضروری تھا کہ مولوی صاحب رابعہ کے کمرہ سے گذریں چنانچہ بے تحاشہ رابعہ کے کمرہ کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ ہلکے نیلے رنگ کا بلب روشن تھا سامنے پلنگ پر رابعہ گہری نیند سو رہی تھی دبے قدموں مولوی صاحب بیٹی کی مسہری تک آئے ،جس مسہری پر رابعہ سوتی تھی یہ اس کی مرحومہ ماں رشیدہ

کی تھی جس کے سرہانے رشیدہ کی تصویر آویزاں تھی یکا یک مولوی عبدالشکور صاحب کی نظر رشیدہ کی تصویر پر جا پڑی اور پھر وہاں سے ہٹ کر سوئی ہوئی رابعہ پر نظریں جم گئیں۔شب خوابی کا ڈھیلا لباس جگہ جگہ سے ہٹا ہوا تھا۔مولوی عبدالشکور نے آہستہ سے زباں ہونٹوں پر پھیری جیسے بہت دنوں کے بھوکے ہوں اور ایک آہنی عزم کے ساتھ مسہری پر رابعہ کے سرہانے بیٹھ گئے جیسے خونخوار بھیڑیا شکار کو دیکھتا ہے اسی طرح مولوی صاحب موصوف اپنی لخت جگر رابعہ کو دیکھ رہے تھے۔............

"جی ابا جان" رابعہ ڈھلکے ہوئے لباس کو جلدی جلدی برابر کر کے بیٹھ گئی۔ دیکھتے دیکھتے رابعہ مولوی صاحب کی آہنی گرفت میں پہونچ چکی تھی

"ابا...... میں ہوں ابا جان رابعہ"۔ ہاں میری جان میں جانتا ہوں اور بڑی تیزی سے مولوی صاحب کی انگلیاں رابعہ کے بدن کے ہر حصہ نشیب و فراز کا جائزہ لینے لگیں۔"ابا جان میں ہوں رابعہ آپ کیا کر رہے ہیں۔رابعہ نے فریاد کی مگر بھیڑیا کسی کی فریاد نہیں سنتا۔"روشن بلب گل ہو گیا اور پھر اندھیرا تھا اندھیرا............ ہو گیا کبھی کبھی ہولے ہولے رابعہ کے سسکنے کی آوازیں آ جاتیں اور بس۔

-

دوسری صبح رابعہ کو سخت بخار تھا مولوی عبدالشکور نے علاج کا انتظام تو کر دیا۔مگر خود رابعہ کے سامنے جانے کی ہمت نہ ہو سکی۔

نہ جانے کہاں سے جرأت مل گئی کہ دوپہر کو رابعہ کے کمرہ میں گئے۔رابعہ پڑی

پڑی کہہ رہی تھی کمینہ، ذلیل، سور، کتا، بھیڑیا۔ اب میں تم کو باپ نہ کہوں گی ۔

''جاہل لڑکی میں بہرحال تیرا باپ ہوں ۔ غلط جھوٹ، اب تم میرے شوہر ہو اگر باپ ہوتے تو میری عصمت برباد نہ کرتے میرے عفت پر ڈاکہ نہ ڈالتے۔ رابعہ ایک ہی سانس میں کہتی گئی۔

رابعہ پڑھی لکھی ہوکر جاہل عورتوں کی طرح بات کرتی ہو۔ لو یہ مسئلہ پڑھو۔

"متی تزوج امراۃ لا یحل لہ نکاحھا فوطئھا لا یجب الحد عند ابی حنیفہ" یعنی حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی ایسی عورت سے شادی کر لی جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حلال نہ ہوا اور اس سے ہم بستری بھی کر لی تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔

"لابی حنیفہ ان لعقد صادق محلہ لان محل التصرف ما یقبل مقصودہ والانثیٰ من نبات اٰدم قابلت للتوالد وھو المقصود" اس لئے کہ ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عقد بلحاظ محل ٹھیک ہے کیونکہ محل تصرف وہ ہے۔ جو غرض کو پورا کرنے کے قابل ہیں چنانچہ عورتیں آدم کی بیٹیاں ہیں اور بچہ جننے کے قابل ہیں۔

''یہ کون سی کتاب ہے۔ رابعہ نے پوچھا

''ارے بیٹی یہ تو عین الہدایہ شریف کی دوسری جلد ہے۔ لکھنؤ کے نامی گرامی منشی نولکشور پریس میں ۱۳۱۳ھ میں چھپی ہے صفحہ دیکھو ۷۵۴ ہے۔ باپ نما شوہر نے کہا جواب دیا۔

''یہ بات حلق سے اترتی نہیں'' رابعہ نے کہا۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم شریعت میں بھی دخل در معقول کی جرأت کرنے لگی ہو توبہ کرو۔ ایسے فاسد عقیدے سے۔ نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ عین الہدایہ کے علاوہ بھی اس قسم کا کوئی مسئلہ کہیں ہے۔

ہاں ہاں یہ لو تفسیر کبیر کی تیسری جلد مصر کی چھپی ہے اس کا صفحہ ۲٦۹ کھولو ہاں عبارت پڑھو

"اَلْمَسْئَلَۃ الثالثہ قال الشافعی رحمۃ اللہ اذا تزوج رجل بامہ ودخل بھا یلزم الحد وقال ابوحنیفہ رحمۃ اللہ لا یلزمہ"

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب مرد اپنی ماں سے شادی کرے اور منہ بھی کالا کرے تو اس پر حد لازم ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اس پر حد نہیں ہے ——— کہو رابعہ اب تم کو تسکین ہوئی۔

''دیکھئے نا! امام شافعی اس کو نادرست اور ایسے شخص کو لائق حد سمجھتے ہیں۔

''مگر بیٹی امام شافعی ہمارے امام حضرت نعمان بن ثابت ابوحنیفہ جیسے قابل تو نہ تھے اور نہ ہم شافعی مسلک رکھتے ہیں۔ ہم کو تو جو ہمارا امام بتلائے گا اسی کو تسلیم کریں گے۔

''دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ماں کے لئے ہے جب کہ میں آپ کی بیٹی ہوں'' رابعہ نے کہا۔

''استغفراللہ، ارے پگلی جیسے ماں حرام بیٹے پر ویسے ہی تو بیٹی حرام باپ پر مگر

ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب ماں کو بیٹے کے لئے جائز کر دیا تو بیٹی باپ کے لئے حرام کیوں رہے''؟

''یہ تو آپ کا قیاس ہے'' رابعہ نے آخری تیر مارا۔

''سبحان اللہ قیاس ہی پر تو ہم حنفیوں کے مذہب کا دارومدار ہے پھر تم مجھ کو قیاس سے منع کیوں کرتی ہو۔

ابا جان! آج تک ان مسائل سے میں واقف نہ تھی اور رات کے واقعہ کے بعد تو میں نے طے کر لیا تھا کہ زہر کھا لوں گی مگر خدا کا شکر ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سارے مسئلے حل کر دیئے ہیں۔ کیوں ابا جان خود امام اعظم نے بھی اپنے گھر میں اس مسئلہ پر عمل کیا ہوگا؟

''ان کے مسئلے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کیا ہوگا ورنہ ایسا مسئلہ کیوں بتاتے''

''آپ کے پاس کوئی دلیل ہے''۔

''امام اعظم کے فعل کی تو کوئی سند نہیں ہے البتہ ان کے شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسف کا ایک مسئلہ تاریخ میں موجود ہے کہ موصوف نے خلیفہ ہارون رشید کو اجازت دیدی تھی کہ وہ اپنے باپ کی مدخولہ کنیز (جو اس کی ماں تھی) سے ہمبستری کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

''ابا جان یہ واقعہ کس کتاب میں ہے''

''سامنے وہ کتاب رکھی ہے لاؤ۔ ہاں دیکھو یہ ہے ہمارے حافظ علامہ جلال الدین

سیوطی کی لکھی ہوئی تاریخ خلفاء اس کا صفحہ ۲۰۱ دیکھو یہ فخر المطابع لکھنؤ میں ۱۳۱۲ھ میں چھپی ہے۔

''میری خطا معاف کر دیجئے عدم واقفیت میں میں نے آپ کی شان میں گستاخی کی''

رابعہ نے باپ کی گود میں سر ڈال کر کہا

خیر کوئی بات نہیں رابعہ اٹھو

رابعہ اگر اس وقت علم نہیں تھا تو اب تو ہے اگر اجازت دو تو......

بڑی حویلی کی بہاریں پھر جاگ اٹھی تھیں اس حویلی میں گویا رابعہؔ کے پیکر میں رشیدہ پلٹ کر دوبارہ آ گئی تھی۔

باپ بیٹی امام اعظم کی روح مبارک کو سو سو دعائیں دیتے۔ جنہوں نے گل چھرے اڑانے کے مواقع فراہم کر دیئے تھے۔ ایک ماہ بعد مولوی عبدالشکور کو معلوم ہوا کہ رابعہؔ امید سے ہے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کوشش تو کی کہ حمل ضائع ہو جائے مگر جیسے قدرت یہ چاہتی تھی کہ امام اعظم کا فتویٰ پیکر انسانی میں تبدیل کر دیا جائے اس لئے ہزاروں جتن کے باوجود حمل ضائع نہ ہو سکا۔

ہزاروں پاپڑ بیل کر مولوی جمیل الرحمن جو رابعہ کے خالہ زاد بھائی تھے مدینہ یونیورسٹی کے سند یافتہ تھے ان ہی سے رابعہؔ کی منگنی کر دی گئی ہے اور ایک ہفتہ کے بعد

کافی دھوم دھام سے رابعہ جمیل کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ پہلی ہی رات میں جمیل الرحمن پر چودہ طبق روشن ہو گئے مگر خاندان کی عزت جمیل الرحمن کے پیروں میں بیڑی بن گئی اس لئے وہ طلاق نہ دے سکے۔ اس کے علاوہ مولوی عبدالشکور کی بے پناہ جائیداد کا تنہا مالک جمیل الرحمن کے علاوہ کوئی اور نہ تھا اس کو چھوڑنا جمیل کے لئے ناقابل برداشت بات تھی۔ دوسری رات جب جمیل نصف شب تک آرام کرسی پر بیٹھے سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہے تھے رابعہؔ نے دیکھا تھا کہ پہلی شب بھی جمیل نے ساری رات یوں ہی گذار دی تھی ہمت کر کے وہ مسہری سے اٹھی اور پیروں پر سر رکھ کر بولی ''میرے سرتاج میری خطا''؟ رابعہؔ تمہیں معلوم ہے کہ تم کس منزل سے گذر رہی ہو خالو جان نے مجھے دھوکا دیا۔ میں نہیں جانتا کہ تمہاری خطا ہے یا نہیں مگر اتنا تو تم بھی جانتی ہو کہ تم دوشیزہ نہیں رہی اب تم واقعات بیان کرو تو میں کچھ بتا سکوں کہ کسی کی خطا ہے۔'' جمیل نے تاسفانہ لہجہ میں کہا

ازاول تا آخر رابعہؔ نے بڑی دلیری سے ساری داستان بیان کر دی جسے سن کر جمیل کو غصہ سے زیادہ حیرت تھی۔ پہلو والا کمرہ لائبریری کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا دونوں اٹھ کر لائبریری میں آئے اور سارے حوالجات جمیل نے بچشم خود دیکھے۔

''یااللہ میں کیا کروں''

''اس میں کرنے یا نہ کرنے کی کیا بات ہے یہ تو ہمارا مذہب ہے'' رابعہؔ نے تسلی دی

''اگر یہی مذہب ہے ہمارا تو ایسے مذہب کو سوسلام! سوچو رابعہ اس کا مطلب تو یہ

ہوا کہ حنفی مذہب کی کوئی عورت لائق اعتبار نہیں'' جمیل نے کہا

''پھر کیا کیجئے گا''

''میں اس مذہب کو چھوڑتا ہوں''

''زمانہ کیا کہے گا کہ بیٹے نے مذہب بدل کر باپ دادا کی ناک کٹا دی''

''میں اسے برداشت کر سکتا ہوں مگر اللہ کا غضب اور جہنم نہیں خرید سکتا''

''اگر آپ مذہب تبدیل کریں گے تو میں بھی مذہب بدل دوں گی مگر اب کون سا مذہب قبول کیجئے گا''

''فی الحال تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا پھر بتاؤں گا'' جمیل نے کہا''

''رابعہؔ دوڑو'' پہلو والے کمرہ سے مولوی عبدالشکور کی چیخنے کی آواز آئی دونوں بے تحاشا دوڑے لیکن دونوں کے پہنچنے کے پہلے ہی مولوی عبدالشکور دم توڑ چکے تھے۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ سانپ کے کاٹنے سے موت واقع ہوئی ہے۔

جس شام مولوی عبدالشکور درگور کئے گئے اسی رات رابعہؔ کے ہاں اسقاط ہوا اس لئے کہ باپ کے چیخنے پر جب وہ دوڑی تو ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔

شیر کی کھال میں گدھا

اس کے بعد دو سال تک رابعہؔ کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ رابعہؔ کی خالہ نے جمیل الرحمن کو رائے دی کہ وہ کچھوچھہ شریف چلے جائیں وہاں منتیں پوری ہوتی ہیں اگر چہ جمیل کا دل نہیں چاہتا تھا مگر ماں کے حکم سے مجبور ہوکر وہ چلنے پر تیار ہو گیا۔ جمیل کی ۱۵ سالہ بہن خالدہ نے ماں سے اصرار کیا کہ بھائی اور بھابھی کے ساتھ وہ بھی کچھوچھہ شریف جائے گی۔ چنانچہ بریلی سے وہ لوگ دہرا ایکسپریس سے اکبر پور کے لئے روانہ ہوگئے۔ عرس سراپا قدس کے زمانہ میں کچھوچھہ شریف میں بہت زیادہ اژدہام رہتا ہے۔ کافی دوڑ دھوپ کے باوجود جمیل الرحمن کو دو، تین دن قیام کے لئے کوئی مکان نہ مل سکا مجبوراً جمیل کو اپنے خاندانی روابط واثر ورسوخ کو کام میں لانا پڑا وہ بیوی اور بہن کو بسکھاری چھوڑ کر کچھوچھہ چلے گئے ایک مکان پر پہنچ کر دق الباب کیا۔

''کون'' اندر سے آواز آئی۔''

''میں ہوں ایک مہمان''

''آخ...... خاہ میاں جمیل سلمہ تم ع۔

''وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے''

ایک نورانی صورت بزرگ مولوی سید محمد اختر نامی نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا''

''اچھے رہے میاں''

''جی ہاں''

''سبز قدمی چائے لے آؤں''

''ابھی آپ چائے نہ منگائیں میں اپنی بیوی اور بہن کو بسکھاری چھوڑ کر آیا ہوں'' جمیل نے کہا

''ارے واہ''

''مولوی سید محمد اختر نے کہا'' جاؤ بیٹا جلد جاؤ یہ کونسی عقلمندی تم نے کی۔''

-

دوسرے روز جمیل کی بہن خالدہ کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی مگر خالدہ نے دوا کے کھانے سے انکار کر دیا وہ بولی

کچھوچھہ شریف میں روحانی علاج ہوگا۔ مجبوراً جمیل نے سید محمد اختر صاحب (جو جمیل کے باپ عبدالجبار اور مولوی عبدالشکور کے قریبی دوستوں میں تھے) سے کہا کہ ذرا آپ کچھ دعائیں پڑھ کر دم کر دیں۔ مولوی سید محمد اختر صاحب نے دعائیں پڑھ پڑھ کر خالدہ پر دم کرنا شروع کر دیا خالدہ نے بتایا کہ اس پر کچھ آسیب کا اثر ہے ''ہاں ہاں میں محسوس کر رہا ہوں'' مولوی سید محمد اختر نے کہا۔

ارے خالدہ چچا جان (مولوی سید محمد اختر صاحب) سے کیا پردہ ٹھیک سے بیٹھو خالدہ نے وہ چادر ہٹا دی جو پردہ کے لئے درمیان میں حائل تھی۔ یکایک مولوی سید محمد اختر صاحب کے ہاتھ سے تسبیح چھوٹ کر زمین پر آ گئی جھٹ تسبیح اٹھا کر بولے ٹھیک ہے

دوایک روز دربار کی حاضری آسیب دور کردے گی مولوی سید محمد اختر صاحب نے تسلی دی

''خدا کرے'' خالدہ نے کہا

ایک دوپہر جب جمیل بازار گیا تھا اور پھونک مارنے کا وقت آ گیا تو مولوی سید محمد اختر صاحب اس کمرے میں آئے جہاں رابعہ اور خالدہ کا قیام تھا''

''میں آؤں'' مولوی سید محمد اختر صاحب نے پوچھا

''جی آیئے'' خالدہ نے جواب دیا

کرسی پر آرام سے بیٹھ کر مولوی سید محمد اختر صاحب نے پوچھا بیٹی رابعہ اور جمیل کہاں ہیں

خالدہ نے جواب دیا کہ چچا جان بھائی جان تو بازار گئے شام تک آئیں گے اور بھابھی جان امی جان اور آپا (مولوی سید محمد اختر صاحب کی بیگم اور بیٹی) کے ہمراہ پاس پڑوس میں کہیں گئی ہیں شاید دوپہر کا کھانا بھی وہیں ہے۔

دعا شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ پھونکوں کے ساتھ سید محمد اختر صاحب خالدہ کے قریب آتے گئے۔ خالدہ تو تب چونکی جب اس نے مولوی سید محمد اختر صاحب کو اپنے پہلو میں دیکھا

''خالدہ تم سے ایک بات کہوں''

خالدہ جواب کھسک کر دو ہاتھ کے فاصلے پر بیٹھی تھی دو کیا چار کہیئے مگر خالدہ کسی

انجانے خوف سے لرزاں تھی۔ بار بار وہ دروازہ کی طرف دیکھتی یکا یک بوڑھے شیر نے جست لگائی اور خالدہ کو اپنے آہنی شکنجوں میں کس کر بولے ''خالدہ جو تم راضی ہو جاؤ''

''یہ کیا مذاق ہے چھوڑیئے ورنہ شور مچاتی ہوں'' خالدہ نے تڑپ کر کہا۔

سنو خالدہ میں ایک ایسا عمل جانتا ہوں جس کو کردوں تو تمہارے رخساروں پر ایک ایک انچ گہرے چیچک کے نشان اور سر گنجا ہو جائے نیز تم ایک پیر سے لنگڑی بھی ہو جاؤ گی تم جانتی نہیں میں ایک گدی نشین فقیر ہوں

''ارے باپ رے'' خالدہ نے ایک جھرجھری لی اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔

''دیکھو زیادہ وقت نہیں ہے یا تو تم اس پر راضی ہو جاؤ جو میں چاہتا ہوں یا پھر بدشکل ہونا گوارا کرو''

''مولوی سید محمد اختر نے دھمکی دی۔''

''میرے خدا! چچا جان کے بچے کیا یہ گناہ نہیں ہے''؟ خالدہ نے چیخ کر کہا مگر آواز نہ نکل سکی۔''

''نہیں تو کون کہتا ہے کہ گناہ ہے'' ''مولوی سید محمد اختر نے سینہ تان کر کہا''

''ارے واہ آپ زنا کی خواہش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی گناہ نہیں''

''خیر تم تو پڑھی لکھی خاتون ہو یہ مسئلہ پڑھو

(۱) جو مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ کو اس قدر مہر دیا تا کہ زنا کروں اور اس

سے زنا کرے تو حد نہیں'' (عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۳

(۲) جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دیکر) زنا کرے تو حد نہیں'' (درمختار جلد ۲ صفحہ ۴۱۶ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲

(۳) زنا بالجبر کرنے سے حد نہیں (درمختار جلد ۲ صفحہ ۴۱۶ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲

اب تم کو انکار نہ ہوگا یقین کرو کہ میں آسیب کا مرض دفع کر دونگا

''ایک بات یہ بتا دیجئے کہ پھر آپ لوگ رافضیوں کو متعہ پر برا بھلا کیوں کہتے ہیں؟ جبکہ آپ لوگوں کے یہاں غیر مہذب مسئلے تک موجود ہیں'' خالدہ نے پوچھا

رافضیوں کو صرف دشمنی میں بدنام کرنے کے لئے ہم لوگ برا کہتے ہیں ورنہ متعہ تو بہت عمدہ چیز ہے جس کی وجہ سے زنا اور حرامکاری ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم حنفیوں کے ہاں بھی متعہ ہے

مولوی سید محمد اختر نے جواب دیا

(۱) ''ہمارے یہاں متعہ ہے''

ہاں ہاں ہے لو دیکھو امام زفر کا فتویٰ ہے کہ متعہ درست ہے (شرح وقایہ صفحہ ۲۳۸ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۰

(۲) نکاح متعہ منعقد ہوگا کہ جبکہ اس کی مدت اس قدر دراز ہو کہ آدمی اس مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا

(عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۷ بحوالہ حقیقۃ الفقہ حصہ اول صفحہ ۱۶۰)

(۳) امام مالک کے نزدیک متعہ جائز ہے

(عینی شرح کنز الدقائق صفحہ ۱۵ جلد ۲ طبع نولکشور لکھنؤ)

تفسیر احمدی فی شرح آیات الاحکام صفحہ ۱۸۹ در ضمن آیۃ فما استمتعتم الخ۔

''بولو اب راضی ہو'' جواب سنے بغیر مولی سید محمد اختر نے پھر اس کو کھینچ کر اپنی آغوش میں بھینچ لیا دروازہ اندر سے بند ہوا اور......

تین روز کے بعد جمیل الرحمن کچھوچھہ شریف سے رخصت ہوئے تو خالدہ کا آسیب اتر چکا تھا اور کچھوچھہ کی ایک یادگار بطور تحفہ لیکر جا رہی تھی لیکن مولوی سید محمد اختر اور خالدہ کے علاوہ کسی تیسرے کو اس کا علم نہ تھا۔ گھر پہنچ کر ایک روز خالدہ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی خالدہ کے والد عبد الجبار نے دوڑ کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو بلا لیا معمولی سی دوا دیکر ڈاکٹر نے عبد الجبار کو مبارکباد پیش کیا۔ عبد الجبار نے پوچھا کیسی مبارکباد؟

ڈاکٹر نے کہا صاحبزادی امید سے ہیں۔

رات کو عبد الجبار نے اپنی بیوی سے ڈاکٹر کی گفتگو نقل کی صبح ماں نے خالدہ سے تفصیلی گفتگو کی تو پتہ چلا کہ یہ حرکت مولوی سید محمد اختر کی ہے۔ خالدہ کی ماں برس پڑی

''یہ موا تمہارا دوست تھا'' جس نے تمہاری عزت لوٹ لی۔ بولو اب کیا ہو''

آہستہ آہستہ یہ خبر جمیل تک بھی رابعہ کے ذریعہ پہنچ گئی۔ جب خالدہ نے محسوس کیا کہ گھر کا ہر آدمی اسے نفرت کی نظروں سے دیکھتا ہے اور مذہبی کتابوں کے حوالوں کے باوجود کسی کا منہ سیدھا نہیں تو ایک رات اس نے خودکشی کی ٹھان لی۔ تقریباً ۳/ بجے

رات کو وہ کوٹھے سے کود کر مرجانے کے ارادے سے اٹھی اور زینہ طے کرنے لگی ابھی وہ دس بارہ زینے طے کر پائی تھی کہ قدم لڑکھڑائے اور دھم سے اپنی چار پائی کے برابر زمین پر گر پڑی گھر کے سارے لوگ دوڑے وہ بچ تو گئی مگر کچھوچھہ کا تحفہ گر کر پاش پاش ہو گیا۔

''تم اتنی رات کو کوٹھے پر کیوں جارہی تھیں'' ''ماں نے پوچھا''

''میں مرنے جارہی تھی زندگی میرے لئے وبال جان ہے اگر میں نے گناہ کیا ہے تو مرنے دیجئے'' اس کو تو ماں نے سنبھالا دیا رابعہ نے کافی تسلی دی اور ادھر عبدلجبار نے یہ طے کرلیا کہ اب ایسے لعنتی مذہب پر باقی رہنے والے پر ہزار لعنتیں مگر تبدیلئ مذہب کچھ آسان کام تو نہیں تھا اسی سوچ وچار میں دو ہفتہ گذر گئے۔ جمیل نے تو مسجد کی آمد و رفت بھی چھوڑ دی تھی۔

ایک دن باپ کے کہنے سے محلہ والوں کے طعنوں سے عاجز آکر باپ بیٹے مسجد میں گئے ظہر کا وقت ہوگیا اذان شروع ہوکر ختم ہوگئی مگر امام صاحب حجرے کے باہر نہیں آئے یہاں تک کہ مجمع میں انتشاری کیفیت پیدا ہوئی عاجز آکر عبدالجبار امام کے حجرے کی طرف بڑھے وہاں دیکھا کہ دو عورتیں دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی ہیں اور امام صاحب ایک دوسرے بزرگ پائجامے اتارے اور ایک دوسرے کے اعضاء تناسل پکڑے فیتہ سے ناپ رہے ہیں۔

''ارے لوگوں دوڑو مسجد میں یہ کیا غضب کی بات ہے'' عبدالجبار چیخے سارا مجمع

مسجد سے اٹھ کر حجرے کے اندر باہر جمع ہوگیا امام اور دوسرے بزرگ مجمع کو سمجھا رہے ہیں کہ ''حضرات دراصل ہمارے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو وہ پیشنماز ہو اتفاق سے ہم دونوں کی بیویاں ایک ہی طرح کی ہیں اس کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیویاں ایک طرح کی ہوں تو جس کا عضو تناسل چھوٹا ہو وہ پیشنمازی کرے، ہم لوگ اسی کو ناپ رہے ہیں''۔ عبدالجبار نے ڈانٹا کیا بکتے ہیں آپ لوگ کسی شریف مذہب میں ایسا گندہ شرم وحیا سے عاری مسئلہ ہوسکتا ہے۔

جناب غصہ نہ کیجئے یہ ہے کتاب غایۃ الاوطار اردو ترجمہ درمختار صفحہ ۲۵۹ باب الامامت جلد اول طبع منشی نولکشور لکھنؤ فروری ۱۹۱۵ء مسئلہ یہ ہے

ثُمّ الاحسن زوجة........

پھر مستحق وہ ہے جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو اس لئے کہ بیوی کے اچھے ہونے سے اس مضمون محبت وعفت کا زیادہ ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے کہ لوگوں یا ہمسایوں میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ بقیہ صفات میں برابری کے وقت ہر شخص اپنی بیوی کے اوصاف بیان کرے

''**ثُمّ الاکبر راسا والاصغر عضوا**'' پھر جس کا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں کیونکہ سر بڑا ہونا اور دوسرے اعضا کا مناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی........................

عبدالجبار نے کتاب پٹک کر کہا لاحول ولا قوۃ ایسے بے شرم مذہب میں رہنا کسی

عقلمند کا کام نہیں اور انہوں نے اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کر دیا جمیل دوڑ کر باپ کے
گلے لگ گیا اور کہا''
میں اب سے چھ مہینے پہلے شیعہ ہو چکا تھا مگر آپ کے خوف سے اعلان شیعیت نہیں
کر سکا تھا۔

عبدالجبار نے پوچھا شیعیت کو تم نے کیوں قبول کر لیا تھا۔ جمیل نے رابعہؑ کی داستان
دہرائی اور کہا کہ ان واقعات کے علاوہ جس چیز نے مجھے سنی مذہب سے متنفر اور شیعیت
سے قریب کیا وہ ''مجرم'' نامی ایک کتاب تھی عبدالجبار نے پوچھا وہ کتاب ہے؟ تو مجھے
بھی پڑھنے کے لیے دو۔

شام کو جمیل الرحمن نے ''مجرم'' باپ کو پڑھنے کے لئے دی اور اس کے ساتھ ایک
رسالہ ''بال کی کھال'' بھی دیا۔

دوسرے دن تمام مذہبی اخبارات نے عبدالجبار فیملی کے شیعہ ہونے کو جلی سرخیوں
میں شائع کیا۔